بول کہ لب آزاد ہیں تیرے
از
صائمہ اکرام چوہدری

صائمہ اکرم چوہدری

"دن چوبیس کے بجائے اڑتالیس گھنٹوں کا ہو جائے۔

سورج مشرق کے بجائے مغرب سے نکلے۔

کوئی سمندر کو مٹھی میں قید کرنے کا دعوا کرے۔

میں "ازکیٰ حیدر" ان تمام باتوں کو مان سکتی ہوں لیکن یہ ہرگز نہیں مان سکتی کہ مصطفیٰ زیدی کو دنیا کی کوئی طاقت خاموش کروا سکتی ہے۔"

ازکیٰ کی دھیمے انداز میں کی گئی سرگوشی پر کنزہ جواد نے چونک کر اسٹیج پر دھواں دھار بولتے مصطفیٰ زیدی کو دیکھا جس کے موضوع پر دلائل متاثر کن، لہجہ رواں اور انداز انتہائی بے باک تھا۔ عام سی بلیک پینٹ پر براؤن شرٹ اور کہنیوں تک فولڈ کی ہوئی آستینیں، ماتھے پر بکھرے بال، رتجگے کی عکاسی کرتی سرخ آنکھیں لیکن پر اعتماد انداز "جسے بعض اوقات ازکیٰ حیدر "اوور کونفیڈینس" کے زمرے میں لے آتی تھی۔ بلاشبہ وہ ایک متاثر کن شخصیت کا مالک تھا۔

کنزہ نے ایک طائرانہ نظر ہال میں موجود سامعین پر ڈالی۔ ہال میں بے حد خاموشی تھی۔

وہ حقیقتاً ایسا ہی تھا' سب کو منٹوں میں خاموش کروا دینے والا۔

"اقوام عالم میں مسلمانوں کے کردار" کے موضوع پر اس کا انداز اور الفاظ پہلے "جذباتی" محسوس ہو رہے تھے۔ لیکن اب اس میں طنز کی آمیزش بھی شامل تھی۔ ڈائس پر دونوں بازو پھیلائے اور تھوڑا سا جھکا ہوا

ناولٹ

مائیک پر ایک انہیں لہجہ پورے ہال میں گونج رہا تھا۔

"حاضرین، سامعین!" اس نے قدرے توقف کیا۔ "مسلمان سائنسدانوں میں "خوارزمی" کو مغرب میں "فادر آف الجبرا" جبکہ "ابن سینا" کو "فادر آف ماڈرن میڈیسن" کہا گیا جبکہ "عمر خیام" عظیم حساب دان، ماہر علم نجوم تھے۔ الخوارزمی (850ء) میں، ابن سینا 1037ء اور عمر خیام 1123ء میں فوت ہوئے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کے بعد والے 882 سالوں میں مسلمانوں نے علم اور سائنس میں کون سا کارنامہ سرانجام دیا؟"

"ایک بھی نہیں۔" چند لمحے کے توقف کے بعد وہ پھر بولا۔

"ایک صدی سے زیادہ عرصہ ہوا کہ نوبل پرائز دیا جا رہا ہے لیکن 1.4 ارب کی آبادی کے مسلم ممالک میں محض چند ایک کو اس انعام سے نوازا گیا۔ یہودی جو دنیا بھر میں 19 ملین کے قریب ہیں، ان میں 166 افراد نے نوبل پرائز حاصل کیا ہے۔"

"آخر یہ کہنا کیا چاہ رہا ہے؟" ازکیٰ نے اکتائے ہوئے لہجے میں ساتھ بیٹھی کنزہ کو مخاطب کیا اور اس نے فوراً لبوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش ہونے کا اشارہ کیا اور دھڑا دھڑ اس کی تقریر کے نوٹس لینے شروع کر دیے۔

"میں کہتا ہوں کہ خوارزمی، ابن سینا، عمر خیام تینوں اسلامی تہذیب کی پیداوار ہیں۔ انہوں نے بھی وہی قرآن پڑھا جو ہم پڑھتے ہیں، انہی احادیث کا مطالعہ کیا جو ہمیں پڑھائی جاتی ہیں اور وہیں سے رہنمائی حاصل کی، جہاں سے ہم کرتے ہیں، پھر کیا وجہ ہے کہ 882 سال کی طویل مدت میں ہم ایک بھی ایسی شخصیت پیدا نہیں کر سکے۔"

وہ بات کرتے کرتے ذرا سا رکا۔ ایک طنزیہ سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر در آئی۔

"میں یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ اب مصطفیٰ زیدی کفن پھاڑ کے بولے گا۔" ازکیٰ دھیرے سے بڑبڑائی تو کنزہ بھی سیدھی ہو کر بیٹھ گئی اور پھر ایسا ہی ہوا۔

"سامعین! افسوس صد افسوس، ان 882 سالوں میں ہمارے مدرسوں کی تعداد میں اضافہ ہوا، عالم دین کثرت سے پیدا ہوئے، کتابوں کی اشاعت عام ہوئی اور اگر ہم اپنے ملک میں دیکھیں تو ان ہزاروں مدرسوں نے عالمی سطح کا محقق، عالم، موجد اور سائنس دان پیدا کرنا تو درکنار ملکی سطح کا کوئی نمایاں فرد بھی پیدا نہیں کیا۔" پھر وہ اسی موضوع پر بولتا چلا گیا۔ یہی وجہ تھی کہ اس سیمینار کو اٹینڈ کر کے جب وہ تینوں باہر نکلے تو ازکیٰ کا موڈ انتہائی خراب جبکہ مصطفیٰ اپنی ازلی پرسکون مسکراہٹ کے ساتھ جو ازکیٰ کو کم از کم تمسخرانہ ہی لگتی تھی۔ وہ آرام سے ڈرائیونگ میں مصروف تھا۔ کنزہ نے حسب عادت خاموشی اختیار کرنے میں ہی عافیت جانی۔

"کیا ضرورت تھی تمہیں اتنی بکواس کرنے کی؟" ازکیٰ کے لیے زیادہ دیر ضبط کرنا ناممکن تھا تب ہی وہ ایکدم پھٹ پڑی۔

"اس میں بکواس کیا تھی، میں نے تو صرف آئینہ دکھایا ہے۔" سپاٹ لہجے میں جواب آیا۔

"تم نے ٹھیکہ لے رکھا ہے ہر کسی کو آئینہ دکھانے کا اور ہم اس سیمینار کی کوریج کے لیے آئے تھے اور تمہیں اللہ جانے کیا سوجھا اور اسٹیج پر جا پہنچے اور لگے اپنی بے ہودہ اور فضول گفتگو سے حاضرین کو بور کرنے۔ جب کل سے اخبارات میں تمہاری یہ جذباتی گفتگو چھپے گی نا تو پھر عزمی صاحب کو تم خود ہی بھگتنا۔ انہوں نے مجھے بطور خاص کہہ کر بھیجا تھا کہ مصطفیٰ کی زبان کو کنٹرول میں رکھنا۔" ازکیٰ نے ٹھیک ٹھاک اس کی خبر لی تھی جبکہ وہ حسب عادت تپ گیا۔

"میں خوش فہمیوں کے جنگل میں گھومنے والی عوام کو بتانے گیا تھا کہ اپنے شاندار ماضی سے نکل آئیں اور اقوام عالم میں اپنے "موجودہ" کردار پر توجہ دیں۔ اپنے بزرگوں کے کارناموں پر خوش ہونا چھوڑ دیں اور

ہے ہوتیں۔ مستقبل میں ہمارا تاریخ میں کیا ابھرنا چاہیے۔"

بات کرتے کرتے اس نے بیچ سڑک پر اچانک بریک لگایا تو ازکی نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا، جبکہ وہ باقاعدہ مڑ کر پیچھے بیٹھی کنزہ کی طرف متوجہ ہوا۔

"تم بتاؤ کنزہ! میں نے کچھ غلط کہا؟ آج کی دنیا میں معاشرے کو چلانے اور آگے بڑھانے کے لیے جتنے ہنر، علوم اور مہارتیں درکار ہیں ان مدرسوں میں ان کی ابجد بھی نہیں پڑھائی جاتی۔ جو کمپیوٹر استعمال کیے جاتے ہیں انٹرنیٹ، سیٹلائٹ اور بے شمار دوسری چیزیں ہیں ان کی بنائی ہوئی ہیں۔" وہ استہزائیہ انداز میں ہنسا۔

"ان ہی مسلموں نے بھی تو ہمارے ہی آباؤ اجداد کے علم پر اپنی تخلیقات کی بنیاد رکھی ہے۔" ازکی نے طنزیہ انداز میں اسے یاد دلایا جو سڑک کے عین بیچ میں گاڑی کھڑی کر کے آرام سے گفتگو کر رہا تھا۔

"یہی تو ہمارا المیہ ہے مائی ڈیر! کہ غیر ہماری میراث سے فائدے اٹھا کر ترقی یافتہ ممالک کی صف میں کھڑے ہوئے اور ہمارا آج کا نوجوان انٹرنیٹ اور موبائل کلچر میں دھنسا ہوا "چھنو کی آنکھ میں نشہ" تلاش کرنے میں مگن ہے۔" اس نے غصے سے سر جھٹکا۔

"پلیز مصطفیٰ! گاڑی تو چلائیں۔" کنزہ کے ملتجی انداز پر اس نے خاموشی سے رخ بدلتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کی اور ایک دفعہ پھر شروع ہو لیا۔

کنزہ نے ضبط کے آخری مراحل سے گزرتی ازکی کا ہاتھ دبا کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

ماڈل ٹاؤن میں اپنے عالیشان بنگلے کے سفید گیٹ کے سامنے بیزاری سے اترتے ہوئے ازکی نے مصطفیٰ کی گاڑی سے اپنی فائل اٹھائی اور ایک لمحے کو رکی، پلٹی اور گاڑی کے کھلے شیشے پر ایک بازو ٹکاتے ہوئے بولی۔

"مصطفیٰ زیدی! ہمارا المیہ یہ نہیں ہے کہ ہم نے اپنے بزرگوں اور خشنودہ روایات کو بھلا دیا ہے۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہمارا نوجوان جذبات کے اس کنویں میں گرا ہوا ہے، جہاں وہ اپنے زخموں سے کھیلتا ہے، لطف اندوز ہوتا ہے لیکن اس کے مداوے کے لیے کوئی کوشش نہیں کرتا۔ وہ محض گفتار کا غازی ہے۔ بیٹھے رہو تم۔" اپنی بات مکمل کر کے وہ اور تیزی سے گیٹ کی طرف بڑھ گئی۔

شام کے اندھیرے نے ایک دم ہی ماحول کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

کنزہ کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

ایک لمحے کو تو مصطفیٰ بھی ساکت رہ گیا لیکن جلد ہی اس نے اپنے اوپر قابو پا لیا تھا۔

"تم آفس جاؤ گی یا گھر؟"

"آفس، مجھے یہ رپورٹ عزمی صاحب کو دینا

ہے۔" اس کی تیز نظروں سے گھبرا کر اس نے فورا وضاحت دی۔ جو باقی کا سفر خاموشی سے ہی طے ہوا۔

اگلے دن اس نے ڈرتے ڈرتے آفس میں قدم رکھا۔ وہ ایک نئے اشاعتی ادارے سے میگزین سیکشن سے وابستہ تھی۔ آفس میں حسب معمول گہما گہمی تھی۔ وہاں سے تیزی سے گزرتے ہوئے اسے ایکدم دھچکا سا لگا۔

دروازے کے دائیں جانب دیوار کی طرف رکھے کمپیوٹر کے سامنے ازکیٰ اور مصطفیٰ بڑے خوشگوار موڈ میں کسی چیز کو ڈسکس کرنے میں مگن تھے۔ ازکیٰ کی انگلیاں تیزی سے کی بورڈ پر چل رہی تھیں اور چہرہ خلاف توقع کھلا ہوا تھا بلکہ مصطفیٰ کے لہجے کی خوشگواریت بھی اس نے دور ہی سے محسوس کرلی تھی۔

"بڑے عجیب لوگ ہیں۔" اس نے بے اختیار سوچا۔ "حالانکہ کل والے تجربے سے لگ رہا تھا کہ وہ دونوں بات کرنا تو دور کی بات ایک دوسرے کی شکل تک دیکھنے کے روادار نہیں ہوں گے۔"

"ہیلو کزن! تم کہاں کھسک رہی ہو خاموشی سے؟" اسے میگزین سیکشن کی طرف مڑتے ہوئے اچانک مصطفیٰ نے اسے مخاطب کیا تو وہ گڑبڑا گئی۔ ازکیٰ بھی اب اس کی طرف متوجہ تھی۔

"کچھ نہیں بس اپنے کمرے میں جارہی تھی۔"

"کیوں، تمہاری طرف سلام دعا کا رواج نہیں؟"

"سوری میں سمجھی کہ آپ لوگ مصروف ہیں، اس لیے ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا۔"

"اچھا۔ میں سمجھا کہ شاید ہم سے کوئی ناراضی ہے۔ کیوں ازکیٰ؟" مصطفیٰ نے تائیدی انداز میں ازکیٰ کی طرف دیکھا تو اس نے فورا اثبات میں سرہلا دیا اور اسے ایک دفعہ پھر حیرت ہوئی کیونکہ وہ دونوں کم ہی کسی بات پر متفق ہوتے تھے۔

"تم لوگوں کے درمیان صلح ہوگئی؟" اس کے منہ سے اچانک ہی پھسلا تھا۔

ان دونوں نے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر کھلکھلا کر ہنس پڑے، جبکہ اس کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار تھے۔ وہ ابھی بھی سمجھ نہیں پائی تھی۔

"مائی ڈیر! پچھلے پانچ سال سے ہم یونہی لڑ رہے ہیں اور ہماری بدستور قائم رہنے والی دوستی کا راز یہ ہے کہ ایک ملاقات کی تلخی اگلی ملاقات پر نہیں دہرائی جاتی اور اس معاہدے پر ہم دونوں نے ہی دستخط کیے تھے یہی وجہ ہے کہ ہم اگر ایک دوسرے کا سر بھی پھاڑ دیں تو اگلی دفعہ ملنے پر سر پر بندھی پٹی کے بارے میں ہرگز نہیں پوچھیں گے۔"

وہ ان کی اس عجیب و غریب منطق پر حیران رہ گئی۔

اسے یہ اخبار جوائن کیے ابھی دو ماہ کا قلیل عرصہ ہی ہوا تھا۔ ماس کمیونیکیشن میں ایم اے کرنے کے بعد یہ اس کی پہلی جاب تھی جس کا شوق کم مجبوری زیادہ تھی، ورنہ وہ تو ابھی تک حیران تھی امی کی وفات کے صرف دو ماہ بعد ابو جی کا انتقال۔ بحیثیت اکلوتی اولاد کے اس کے لیے ایک بہت بڑے سانحے سے کم نہیں تھا۔ جیسے تیسے کرکے پھپھو کے گھر میں رہتے ہوئے اس نے ایم اے کیا۔ پھر پھپھا کے سرد و تلخ رویے سے تنگ آکر اس نے لاہور میں ملنے والی اس جاب کو غیبی معجزہ سمجھ کر فورا قبول کرلیا تھا اور اب وہ ورکنگ وومن ہوسٹل میں اپنی ایک کلاس فیلو رابعہ کے ساتھ روم شیئر کررہی تھی۔

حالانکہ وہ اپنے امی ابو کی لاڈلی اور بہت نازوں سے پلی ایسی لڑکی تھی جسے جاب سخت ناپسند تھی اور بلکہ اسے تو بغیر ضرورت کے گھر سے باہر نکلنا بھی بہت ناگوار لگتا لیکن پچھلے آٹھ ماہ میں زندگی کے وہ رخ اس کے سامنے آئے تھے جس کی بنا پر وہ بہاولپور سے لاہور تک کا سفر وہ تن تنہا کر آئی تھی۔ ننھیال اس کا سارا مسقط میں تھا ابو کی طرف سے صرف پھپھو کا ایک رشتہ موجود تھا جو پھپھا کی وجہ سے اس کے لیے کچھ خوشگوار

نہ تھا۔ پچھلے دو ماہ میں ایک مرتبہ بہاولپور سے بھی ہو آئی تھی۔ تب بھی پھپھو کا سرد اور سپاٹ رویہ یاد کرنے پر ایک تلخ سی لہر اس کے پورے وجود میں دوڑ جاتی۔ وہ اللہ جانے ایسے کیوں تھے۔ حالانکہ پھپھو بہت نرم اور مہربان سی تھیں۔ اپنی عزیز جان دوست مریم کے کہنے اور ہمت دلانے پر وہ لاہور میں جاب کر رہی تھی۔

اپنی سیٹ پر پہنچ کر اس نے کچھ ادھوری تحریروں کی فائل نکالی اور اپنے فیچر کو مکمل کرنے لگی۔ اسے معلوم ہی نہیں ہوا کہ کب مصطفیٰ اس کے پیچھے آکھڑا ہوا تھا۔

''واہ بھئی واہ۔ میڈم کنزہ جواد! یہاں رومانوی داستانوں پر فیچر لکھا جا رہا ہے؟'' وہ بری طرح چونکی۔ جبکہ وہ میز پر پڑی فائل اٹھا کر اس کی لکھی گئی تحریر بلند آواز میں پڑھ رہا تھا۔ جیسے جیسے اس کی آواز اونچی ہو رہی تھی' ادھر ادھر کے سب لوگ متوجہ ہو رہے تھے۔

''زبردست' کیا لکھا ہے کہ محبت کا جذبہ اس قدر آفاقی اور خوبصورت ہے جو صحرا میں غریب لڑکی کے دامن دل کو زخمی کر کے 'مسی' یا مصر کی ملکہ کو قلوپطرہ کا درجہ دے دیتا ہے۔ یہیں مغل بادشاہ شاہجہاں سے تاج محل تعمیر کروا دیتا ہے تو یہیں ہیلن کی بازیابی کے لیے یونانیوں کو کئی برس تک جنگ لڑوا دیتا ہے۔ یہی محبت جب کوئین الزبتھ کے دل میں انگڑائی لیتی ہے تو وہ البرٹ کی موت کے چالیس سال تک سیاہ لباس پہنا کر جدائی کا ماتم کروا دیتی ہے۔''

''زبردست کنزہ جواد' زبردست۔'' مصطفیٰ کے باآواز بلند پڑھنے پر ایکدم ڈھیروں خفت اور شرمندگی نے اس پر حملہ کر دیا۔ اس کی آنکھیں نمکین پانیوں سے بھر گئیں۔ مگر اس کے اندر اتنی ہمت نہیں تھی کہ آگے بڑھ کر فائل اس کے ہاتھ سے چھین لیتی۔

''اسٹاپ اٹ مصطفیٰ!'' ازکی نے ایکدم آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ میں پکڑی فائل کھینچی۔

''ازکی! اسے تو سننے دو پلیز۔'' ثانیہ رحمٰن نے بے ساختہ ہنستے ہوئے ازکی کو روکا جبکہ وہ شاید کنزہ کے چہرے پر پھیلے تاثرات کو دیکھ کر غصے میں آگئی تھی۔

''یار! اس کے لکھنے میں کتنی روانی ہے' کتنا اچھا ہو کہ کنزہ اپنے قلم کا استعمال ان فضول قسم کے موضوعات پر کرنے کے بجائے معاشرے کے سلگتے مسائل پر قلم اٹھائے۔'' مصطفیٰ نے بظاہر ہلکے پھلکے لہجے میں ازکی کو مخاطب کیا جو دھواں دھواں چہرے والی کنزہ کو تشویش سے دیکھ رہی تھی۔

''تم اپنی بکواس کا دائرہ صرف ان لوگوں تک محدود رکھو جو تمہیں منہ توڑ جواب دیتے ہیں۔ ہمیں سقراط بننے کا کوئی شوق نہیں اور خبردار تم نے کنزہ کو کچھ کہا۔ وہ معصوم اور کم گو سی لڑکی تمہاری واہیات باتوں پر خاموش رہتی ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے۔ تم اس بات کا ناجائز فائدہ اٹھانا شروع کر دو۔''

''میں نے تو صرف مشورہ دیا ہے۔ کیوں کنزہ! تمہیں برا لگا؟'' وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے لاپروائی سے اس کی طرف مڑا۔ تمام اسٹاف کے چہروں پر دبی دبی مسکراہٹ دیکھ کر اس کا دل بھر آیا اور اگلے ہی لمحے وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر بری طرح رو پڑی۔

کمرے میں موجود تمام افراد سٹپٹا گئے اور سب سے بری حالت مصطفیٰ کی تھی۔

''ٹیک اٹ ایزی کنزہ! یہ تو پاگل ہے۔ وہاں یونیورسٹی میں بھی ہر وقت دوسروں سے پھڈے لیتا تھا اور اپنی زبان درازی کی وجہ سے دو دفعہ اسے اپنی جاب سے ہاتھ دھونا پڑے اور آج صبح تو عزیز صاحب نے بھی اسے وارننگ دے دی ہے۔'' ازکی اسے چپ کرواتے ہوئے کھا جانے والی نظروں سے مصطفیٰ کو گھور رہی تھی جو اس ہکا بکا کھڑا تھا۔

''سوری' آئی ایم سوری کنزہ! میرا تو خیال تھا کہ تم زیادہ تر ازکی کے ساتھ رہتی ہو تو اسی کی طرح ٹارزن ہو گی لیکن مجھے ہرگز اندازہ نہیں تھا کہ تم میرے مذاق میں کہے گئے جملوں اور مشوروں کا اتنا برا مانو گی۔''

اس کے ندامت اور شرمندگی سے بھرپور لہجے پر اس نے ہتھیلی کی پشت سے آنکھوں کو مسلا۔

''سوری۔'' اپنے بچکانہ رویے کا احساس ہوتے ہی

وہ بھیگے لہجے میں بولی۔

"سوری فار وات؟" وہ شدید حیران ہوا۔

"بس ایسے ہی مجھے رونا آ گیا تھا۔" وہ سادگی سے بولی جبکہ اس کی سرخ آنکھوں اور بھیگی پلکوں کو مصطفیٰ نے دلچسپی سے دیکھا جو پنک کلر کے سوٹ میں خود بھی پنک ہو رہی تھی۔ دوپٹے کو سر پر سلیقے سے اوڑھے وہ اب گھبرائی گھبرائی سی اپنی میز کی درازوں کو خوامخواہ کھول کھول کر دیکھ رہی تھی جبکہ وہ نیوز سیکشن کی طرف بڑھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اذکیٰ بھی چلی گئی تو اس کی کولیگ ثانیہ رحمن خاموشی سے اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

"سوری یار! یہ مصطفیٰ شروع ہی سے ایسا ہے۔ منہ پھٹ اور بدتمیز۔ اور کچھ عزمی صاحب نے اسے کامریڈ اور جینیس کہہ کہہ کر سر پر چڑھایا ہوا ہے۔ اس کے بے باک کالموں کی وجہ سے اخبار کے اشتہارات بھی ایک دفعہ گورنمنٹ نے بند کر دیے تھے۔ کچھ "اذکیٰ حیدر" کے باپ کی مستحکم سیاسی حیثیت اکثر اسے بچا لیتی ہے' ورنہ مصطفیٰ جیسے ہزاروں یہاں رلتے پھریں۔ ملتان کے ایک پسماندہ سے مڈل کلاس خاندان کے بل بوتے پر تو وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اذکیٰ کے سیاسی خاندان کا ناجائز فائدہ اٹھاتا ہے۔"

اس نے سامنے کھلی فائل میں پڑے ادھورے فیچر پر ایک نظر ڈالی اور فائل بند کر دی جبکہ ثانیہ شاید آج اسے مکمل طور پر ہر بات سے آگاہ کرنے کے چکر میں تھی۔

"پورے آفس میں مشہور ہے کہ اذکیٰ اس کی محبت میں پاگل ہے' ورنہ جس قسم کے خاندان سے اس کا تعلق ہے' مصطفیٰ زیدی جیسے لڑکوں کو تو وہ گھاس بھی نہ ڈالے۔ کروڑوں کی جائیداد کی مالک اور سنا ہے کہ اس اخبار میں بھی مصطفیٰ کو جاب اسی کی وجہ سے ملی ہے اور اسی کی گاڑی ہے جسے وہ دن رات اڑائے پھرتا ہے' ورنہ مون مارکیٹ کے پاس اس کا چھوٹا اور گندا سا فلیٹ میں نے دیکھ رکھا ہے۔"

"لیکن اس میں قابلیت تو ہے' یہ بات تو طے شدہ ہے۔" نہ جانے کیوں اس کے منہ سے پھسلا جملہ ثانیہ کو شاید اس جملے کی اس کی طرف سے توقع نہیں تھی' تب ہی ناگواری اس کے چہرے سے عیاں ہو گئی۔

"خاک قابلیت ہے۔ بس مطالعہ زیادہ ہے اور کچھ بولنے کا طریقہ آتا ہے' ورنہ دو دفعہ جاب سے کیوں نکالا جاتا؟" اور پھر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے وہ اس کی طرف جھکی۔

"اس اذکیٰ سے بھی دور رہا کرو' بہت اونچی شے ہے۔ محض شوقیہ جاب کر رہی ہے۔ پہلے ایک ایڈورٹائزنگ ایجنسی سے وابستہ تھی۔ کچھ عرصہ ماڈلنگ بھی کی اور اب جب سے مصطفیٰ یہاں ہے' اس نے بھی یہیں ڈیرے ڈال لیے ہیں اور عزمی صاحب نے بھی چونکہ اس کے والد کے قریبی دوستوں میں سے ہیں' اٹھا کر ایک ناتجربہ کار لڑکی کو میگزین سیکشن کا انچارج بنا ڈالا ہے۔ کسی سے سیدھے منہ بات نہیں کرتی۔ ہم لوگ تو حیران ہیں کہ تمہارے ساتھ بات کرتے ہوئے اس کا لہجہ پتا نہیں کیوں نرم ہو جاتا ہے۔ کیا تمہاری کلاس فیلو یا دوست وغیرہ رہ چکی ہے؟"

"نہیں۔" اس نے فوراً تردید کی۔

"جس دن میرا انٹرویو ہوا تھا اس جاب کے لیے' میں نے انٹرویو پینل میں ہی اسے پہلی دفعہ دیکھا تھا۔" اس نے گھبرا کر وضاحت کی۔

"بہرحال' میرا مشورہ ہے کہ اس سے دور ہی رہنا۔ وہ جس طبقے سے ہے' وہاں ہر دوستی محض مفاد اور غرض پر مبنی ہوتی ہے۔" مشورہ دے کر وہ رکی نہیں تھی' تب ہی جب دو گھنٹے کے بعد اذکیٰ اس کی ٹیبل پر آئی تو اس نے غور سے اسے دیکھا۔

"بلیک ٹراؤزر پر ڈھیلا ڈھالا سفید کرتا پہنے' گلے میں چھوٹا سا اسکارف ڈالے' شولڈر کٹ بال' سرخ و سفید رنگت' موتیوں جیسے دانت اور بغیر کسی میک اپ کے بھی اس کی شفاف رنگت دمک رہی تھی۔ ستواں ناک میں ہیرا کی لونگ اپنے لاپروا حلیے میں بھی وہ دوسروں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی مکمل صلاحیت رکھتی تھی۔

"کیا دیکھ رہی ہو بھئی؟" اس کے سوال پر وہ بری طرح گڑبڑائی۔
"کچھ نہیں۔" اس نے ٹالا۔
"بھئی، میری اسمارٹنس کو دیکھ رہی ہو تو یہ ڈائننگ کا کمال ہے۔"
وہ مسکراتے ہوئے بولی تو وہ بے ساختہ ہنس دی پھر وہ اس کے ساتھ باہر نکل آئی۔ میگزین کے ادبی صفحے کے لیے کسی خاتون شاعرہ کا انٹرویو ٹاسک تھا۔
اذکیٰ کی گاڑی میں ڈرائیونگ سیٹ پر مصطفیٰ کی موجودگی اب اس کے لیے حیران کن نہیں تھی، وہ اور اذکیٰ شاید ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم تھے لیکن ڈرائیونگ سیٹ کے ساتھ والی سیٹ پر بلیک ٹوپیس میں مردانہ وجاہت کا حامل بندہ اس کے لیے اجنبی تھا جو اشتیاق بھری نظروں سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔
"اسفر! یہ کنزہ جواد ہیں، ہمارے میگزین سیکشن میں ایک نیا اور ٹیلنٹڈ اضافہ۔" اذکیٰ نے گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہی تعارف کروایا اور مصطفیٰ نے تیزی سے مداخلت کی۔
"خبردار ان سے بات کرنا اور مشورہ دینا منع ہے۔ یہ خاموش اور کم گو سی محترمہ آنسوؤں جیسے ہتھیاروں سے مکمل طور پر لیس رہتی ہیں اور تمہیں تو معلوم ہے کہ ہم مرد کتنے ہی مضبوط اور بہادر کیوں نہ ہوں، صنف مخالف کے دو آنسوؤں سے ہمارے ہاتھ پیر پھول جاتے ہیں۔" آخری جملہ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"مصطفیٰ...؟" اذکیٰ کے تنبیہی انداز پر وہ فوراً سنبھل گیا۔
"سوری میم! آئی ایم ریئلی..." اس نے مسخرے پن سے ایک ہاتھ سے اپنے کانوں کو چھوا۔
"مصطفیٰ! میں نے آپ سے سوری کہا تھا۔" کنزہ نے سنبھل کر کہا۔
"تم نے پھر فضول باتیں شروع کردیں۔" اذکیٰ نے اسے گھورا۔
"اصل میں مجھے کنزہ سے اس ردعمل کی ہرگز توقع نہیں تھی۔ میں تو انہیں بہت مضبوط سمجھتا تھا۔ میرا خیال تھا یہ اپنے موضوع کے حق میں کچھ نہ کچھ دلائل تو ضرور دیں گی۔ آخر کو جب اتنا اچھا لکھتی ہیں تو بولتی بھی بہت اچھا ہوں گی۔ باوجود اس کے کہ پچھلے دو ماہ سے میں نے انہیں بلاضرورت بات کرتے یا بحث کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔" مصطفیٰ کا اطمینان قابل دید تھا۔
"اس میں قصور آپ کا بھی نہیں، میں صبح سے ہی کچھ ڈسٹرب تھی۔" بلیک اسکارف کو اچھی طرح لپیٹتے ہوئے اس نے ایک لمحے کا توقف کیا اور پھر آہستگی سے گویا ہوئی۔
"اصل میں آج میرے بابا کی پہلی برسی ہے۔"
گاڑی میں ایک دم سناٹا چھا گیا۔ مصطفیٰ اور اذکیٰ نے بیک وقت سر اٹھا کر اسے دیکھا جو بے حد سنجیدہ نظر آرہی تھی۔ وہ دونوں ہی بے ساختہ خاموش ہوگئے۔
"اوہ، آئی ایم سوری۔" مصطفیٰ نے جیسے اس جھٹکے سے سنبھلتے ہوئے قدرے تاسف سے کہا۔
"اٹس اوکے۔" کنزہ مدھم آواز میں بولی کہا۔
اذکیٰ ایک گہری سانس بھرتے ہوئے مصطفیٰ سے مخاطب ہوئی۔
"گاڑی ذرا کے ایف سی کے سامنے روکو۔"
اس نے ایکدم بریک لگائے۔
"اب باہر نکلو۔" تحکمانہ لہجے پر اس نے قدرے حیرانی سے اسے دیکھا۔
"بھئی! یہ کیا ڈرامہ ہے؟" وہ بری طرح جھنجلایا جبکہ وہ گاڑی سے اتر کر بے تکلفی سے دروازہ کھول کر باقاعدہ اسے بازو سے کھینچ کر باہر نکال چکی تھی۔ آنکھ کے اشارے سے کنزہ کو بھی باہر آنے کو کہا اور پھر اطمینان سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولی۔
"چونکہ تم نے صبح کنزہ سے زیادتی کی تھی اس لیے اسے کے ایف سی سے لنچ کرواؤ۔ اس کے بعد محترمہ مہک علی کے گھر جا کر انٹرویو کر کے ٹھیک پانچ بجے آفس پہنچو۔ پھر شام کو میرے ساتھ پریس کانفرنس کی کوریج کے لیے بھی جانا ہے۔"

"افوہ! میں ایک غریب اور کنگال سا بندہ، ابھی اس ماہ کے فلیٹ کا کرایہ بھی دینا ہے۔ بجلی اور گیس کے بل میرے منتظر ہیں، کچھ خیال کرو۔"

"زیادہ ایکٹنگ کرنے کی ضرورت نہیں۔ مجھے معلوم ہے کہ آج ہی تمہیں سیلری ملی ہے۔ اتنے بھی کنگلے نہیں ہو جتنا شور کرتے ہو، میں اسفر کے ساتھ آوارگی میں نہیں، پچ کرنے جا رہی ہوں۔ بائے۔" وہ کہتے ہوئے گاڑی آگے بڑھا لے گئی۔

"اللہ پوچھے ازکیٰ حیدر تم سے۔" وہ بلند آواز میں بڑبڑایا۔

"چلیں محترمہ!" اس نے ہکابکا کھڑی کنزہ کو چلنے کا اشارہ کیا۔

"چھوڑیں مصطفیٰ! ہم مہک علی کے گھر ہی انٹرویو کے لیے چلتے ہیں۔" اس نے گھبرا کر اسے دیکھا جو یک ٹک اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

"ویسے ازکیٰ کے میرے بارے میں اکثر اندازے ٹھیک ٹھاک ہی ہوتے ہیں۔"

اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"بھئی، وہ ٹھیک کہتی ہے کہ میں اتنا بھی کنگال نہیں جتنا شور کرتا ہوں۔"

اس کے انداز پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ نے اس کے چہرے کا احاطہ کر لیا۔

پھر کے ایف سی میں لنچ کے دوران وہ کافی چھوٹی چھوٹی اور بے معنی سی باتیں کر چکا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوگ انٹرویو کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہیں اسے معلوم ہوا کہ ازکیٰ نے گاڑی بھجوا دی ہے واپسی کے لیے اسے محسوس ہوا تھا کہ ازکیٰ اپنے حلیے کے برعکس خاصی ذمہ دار اور کیئرنگ نیچر کی حامل ہے۔

"پتا نہیں لوگ اس کے بارے میں اتنے غلط اندازے کیوں لگاتے ہیں۔" ہوسٹل جاتے ہوئے اس نے بے اختیار سوچا تھا۔ اگلے دن اپنی تنخواہ نکلوا کر کچھ پیسے پھپھو کے نام منی آرڈر کروائے۔ پھپھا کی ریٹائرمنٹ کے بعد ان کے حالات خاصے خراب تھے۔ ان کی صرف دو بیٹیاں ہی تھیں جن میں سے شمع آپی کی شادی بھی تین ماہ بعد طے تھی جبکہ سحر ابھی سیکنڈ ایئر کی طالبہ تھی۔

☆ ☆ ☆

مون مارکیٹ میں موجود ایک بک اسٹال پر وہ پروین شاکر کی "انکار" کے صفحے الٹنے میں مصروف تھی جب ایک شناسا سی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

"ارے کنزہ! آپ۔" نہ جانے کیوں اسے محسوس ہوا تھا کہ مصطفیٰ اب کم از کم اس سے کچھ سنبھل کر گفتگو کرتا ہے۔

"ہاں بس، آج چھٹی تھی۔ تو سوچا۔" اس نے فوراً بات کاٹی۔

"یہی سوچا کہ چلیں آج شاپنگ کر کے وقت گزارا جائے۔" وہ مسکرایا۔

"ہاں بس اب نکلنے ہی لگی تھی واپسی کے لیے۔"

"میں آپ کو ڈراپ کر سکتا ہوں۔" وہ قریب آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں چند کتابیں تھیں جو شاید وہ خریدنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

"نہیں، میں چلی جاؤں گی۔" اس نے فوراً انکار کیا۔

"جی نہیں۔ اگر ازکیٰ حیدر کو پتا چل گیا کہ اس کی گاڑی کے ہوتے ہوئے بھی میں نے خدمت خلق کا یہ سنہری موقع دیا ہی تو وہ مجھے قتل کر دے گی۔" مصطفیٰ نے جلا کر سر ہلاتے ہوئے اس کے انکار کو فوراً رد کر دیا۔ اور پھر گاڑی میں بیٹھنے تک وہ تسلیم کر چکی تھی کہ مصطفیٰ زیدی میں اپنی بات کو منوانے کے گُن خاصے زیادہ ہیں۔ پھر اس کے بتائے ہوئے ورکنگ وومن ہوسٹل کے سامنے گاڑی روکتے ہوئے اس کے چہرے پر پھیلے حیرت کے سائے خاصے نمایاں تھے۔

"آپ یہاں رہتی ہیں؟" وہ بے یقینی سے بولا۔

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

پھر کچھ سنبھل کر بولا۔ "کنزہ! پرسوں رات جو مشاعرہ ہے، اس کی کوریج کے لیے آپ نہیں جائیں گی۔ میں ازکیٰ سے کہہ دوں گا کہ ثانیہ اور فراز کی ڈیوٹی

لگادے۔"

"لیکن عزی صاحب مجھے پہلے ہی کہہ چکے ہیں۔"

اس نے الجھن بھرے انداز میں یاد دلایا۔

"میگزین سیکشن کام چور اور کاہل لڑکیوں سے بھرا پڑا ہے۔ کسی اور کو بھی اپنی سیلری حلال کرنے کا موقع دیں ناں کہ آپ ذمہ دار اور محنتی ہیں لیکن ہر جگہ آپ کا جانا بھی ضروری نہیں۔" وہ نہ جانے کیوں ناراض ہوا تھا۔ اگلے دن اس کی ہمت نہیں ہوئی کہ عزی صاحب کو انکار کر سکے۔ تانیہ کے تپے تپے انداز میں کہے گئے غصیلے بھرپور جملے اس کے کانوں میں پڑے تو وہ چونک سی گئی۔

"سارے جہاں کے فضول اور چھچھورے لوگ وہ مشاعرہ اٹینڈ کرنے آئے ہوں گے اور یہ ختم بھی جا کر دو ڈھائی بجے ہوگا۔ عزی صاحب کا دماغ خراب ہوگیا ہے جو مجھے رپورٹنگ کے لیے بھجوا رہے ہیں۔ اوپر سے وہ بڑبولا فراز بھی میرے ساتھ لگا دیا ہے۔ یہ اخبار کی جاب بھی لڑکیوں کے لیے عذاب ہے۔ اچھی خاصی اسکول کی جاب چھوڑ کر زیادہ تنخواہ کے چکر میں یہاں پھنس گئی۔" اس وقت تانیہ خاصے غصے میں تھی۔

"تو تم نے انکار کر دینا تھا۔" وانیہ رحیم نے مشورہ دیا جسے سن کر وہ مزید تپ گئی۔

"کیسے کرتی، وہ ان کی چہیتی اذکیٰ حیدر جو وہاں موجود تھیں۔ فرمانے لگیں۔ ویسے تو مجھے کنزہ پر یقین ہے کہ وہ بہت خوبصورت رپورٹ لکھے گی لیکن وہ ورکنگ ہوسٹل میں رہتی ہے اور اتنی دیر باہر رہنا اس کے لیے مناسب نہیں اور چونکہ تانیہ! آپ لوکل ہیں، اس لیے آپ ہی چلی جائیں۔"

"اچھا۔ یہ کنزہ ہوسٹل میں رہتی ہے؟" وانیہ نے اپنی طرف سے تو سرگوشی ہی کی تھی جو کنزہ کے لیے ہرگز سرگوشی نہیں تھی۔ اس کی سماعتیں فوراً متوجہ ہوئیں۔

"مجھے کیا پتا کہاں رہتی ہے، لوگوں کو بھی گھروں سے دور نوکریاں کرنے کا کتنا شوق ہے۔ میں تو ہرگز اپنا گھر چھوڑ کر نہ جاؤں اور ان ورکنگ وومن ہوسٹلوں کی شہرت کون سا ڈھکی چھپی ہے۔ پتا نہیں یہ محترمہ کیسے وہاں رہتی ہیں۔" وہ بیزاری سے بولی تھی۔

"کاش کہ ایسا وقت کسی پر نہ آئے جیسا مجھ پر آگیا۔" اس کا دل تأسف سے بھر گیا جسے چھپانے کے لیے وہ اپنے سامنے پڑی تحریروں کی طرف متوجہ ہو گئی۔ حالانکہ اس وقت دماغ بالکل غیر حاضر ہو چکا تھا۔

☼ ☼ ☼

اگلی اتوار کو اس نے ہفتے بھر کے کپڑے دھوئے اور استری کرنے کے بعد کمرے کی تفصیلاً صفائی کی تھی۔ کنزہ کی روم میٹ کا تعلق اوکاڑہ سے تھا اور وہ ہفتے کی شام سے ہی اپنے گھر جا چکی تھی۔ تمام کاموں سے فراغت پا کر وہ ابھی لیٹی ہی تھی کہ بلیو جینز پر کرتا پہنے اذکیٰ آندھی اور طوفان کی طرح کمرے میں داخل ہوئی، وہ اسے سامنے دیکھ کر جی بھر کر حیران بھی نہیں ہو پائی تھی کہ اس کے اگلے جملے نے اسے ہکا بکا کر دیا۔

"میں نے وارڈن سے بات کر لی ہے۔ اگلے ایک گھنٹے میں تمہیں یہ ہوسٹل چھوڑنا ہے۔ فوراً اپنا سامان سمیٹو، اتنے میں، میں وارڈن سے آخری مذاکرات کر آؤں۔"

"کیا مطلب؟" کنزہ حواس باختہ ہو گئی۔

"چلو اٹھو، جلدی کرو۔ ہمیں دیر ہو رہی ہے، نیچے مصطفیٰ مجھے کوس رہا ہوگا۔ فوراً سامان سمیٹو۔"

"آخر ہوا کیا ہے؟" کنزہ کو بے اختیار تشویش ہوئی۔

اذکیٰ نے بہت گہری نظروں سے اسے دیکھا۔

"تم جانتی ہو نا کنزہ جواد! کہ اذکیٰ حیدر دانستہ کسی کے ساتھ برا نہیں کرتی اور ایک ایسی شخصیت جس کے لیے اپنائیت اور خلوص خود بخود میرے دل میں امڈتا ہو، اس کے ساتھ تو ہرگز نہیں۔ تم مجھے اپنی بہنوں کی طرح عزیز ہو۔ اس ایک فقرے کے بعد بھی اگر تمہارا دل نہیں مان رہا تو بے شک میرے ساتھ نہ چلو۔"

وہ دو دن کی پہیلیاں بجھوا رہی تھی۔
"لیکن آپ مجھے کہاں لے کر جا رہی ہیں؟" وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی۔
"تمہیں اگر مجھ پر اعتبار نہیں ہے تو منع کر دو، پلیز بحث مت کرو۔" اس کے لہجے میں خفگی در آئی تھی۔
تب ہی گھبرا کر اس نے چارپائی کے نیچے سے بیگ گھسیٹا اور الماری کھول کر فوراً کپڑے نکال کر رکھنے شروع کر دیے۔ وہ لاہور میں بالکل انجان تھی اور پھپھو نے بچپن سے کہا تھا کہ "خبردار کسی پر اعتبار مت کرنا۔"
لیکن پتا نہیں ازکی حیدر میں ایسی کون سی بات تھی کہ وہ اس کی کوئی بات رد نہیں کر سکتی تھی۔ لوگوں کے لیے سرد رویہ اس کی جب آتے ہی اپنائیت بھرا ہو جاتا اور اگلے ایک گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد مصطفیٰ نے خاموشی سے گاڑی ماڈل ٹاؤن کے ایک خوبصورت اور وسیع و عریض بنگلے کے سامنے روکی۔
سنگِ مرمر کی روش کو عبور کرتے ہوئے ازکی اس کی معلومات میں خاصا اضافہ کر چکی تھی۔ وہ بنگلہ اس کی کسی دوست کی سگی خالہ کا تھا وہ بیوہ خاتون تھیں اور اپنی تنہائی اور بے اولادی کی وجہ سے اپنے گھر میں پے انگ گیسٹ کے طور پر دو کمرے دے رکھے تھے۔
"اس کمرے کا کرایہ اتنا ہی ہے جتنا تم اس ہوسٹل میں دے رہی تھیں لیکن فرق یہ ہے کہ یہاں تمہیں انہی پیسوں میں گھر کا کھانا بھی ملے گا اور سب سے بڑھ کر آرام اور سکون سے بھرا گھریلو ماحول بھی۔ آنٹی عالیہ بہت نائس اور کیئرنگ خاتون ہیں۔ عالیہ آنٹی سے ملنے اور فرنشڈ روم کو دیکھ کر وہ مطمئن ہو گئی تھی۔
کہاں اس بوسیدہ سی عمارت کا بے رنگ اور سیم زدہ دو چارپائیوں پر مشتمل کمرہ اور کہاں یہ کارپٹڈ خوبصورت بیڈ روم، ٹی وی اور فریج اور لان کی طرف کھلتی کھڑکی والا یہ کمرہ۔ وہ بے یقینی سے چاروں طرف گھوم کر دیکھ رہی تھی۔
"فی الحال تم اکیلی ہی اس کمرے میں رہو گی۔ آنٹی بتا رہی تھیں کہ کسی سلجھی ہوئی خاتون کو تمہارے ساتھ شفٹ کریں گی اور سنو۔" وہ بیگ سے اس کے کپڑے نکال کر بے تکلفی سے وارڈروب میں لٹکاتے ہوئے اپنائیت بھرے لہجے میں بولی۔ "مصطفیٰ تمہارے بارے میں بہت اپ سیٹ تھا، بہت مری کی کیئر کرتا ہے۔" دوپٹے کو تہہ کرتے ہوئے اس کے ہاتھ ایک دم ساکت ہوئے۔
دل عجیب سی لے میں دھڑکا۔
"کیوں؟" اپنے لہجے کے ارتعاش پر قابو پاتے ہوئے وہ سپاٹ انداز میں بولی تھی۔
"جس ہوسٹل میں تم تھیں، اس کی شہرت بہت خراب ہے۔ دو دفعہ وہاں چھاپہ بھی پڑ چکا ہے۔ مصطفیٰ نے مجھ سے ذکر کیا اور دو دن ہم نے سروے کر کے یہ جگہ منتخب کی۔ وہ اب مطمئن ہے۔" کنزہ نے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔
"آپ میری اتنی کیئر کیوں کرتی ہیں؟"
وہ ایک لمحے کو ٹھٹھکی اور دوسرے ہی لمحے ایک مہربان مسکراہٹ نے اس کے چہرے کا احاطہ کر لیا۔
"اس لیے کہ سلیکشن بورڈ میں، میں بھی شامل تھی اور سب سے زیادہ نمبر بھی تمہیں میں نے ہی دیے تھے۔ کیونکہ تم نے صاف الفاظ میں کہا تھا کہ یہ جاب تمہارا شوق نہیں ضرورت ہے اور مجھے صاف گو لوگ بہت اٹریکٹ کرتے ہیں۔"
"تب ہی مصطفیٰ آپ کا دوست ہے۔" اس کے منہ سے بے ساختہ پھسلنے والا جملہ سن کر وہ زور سے ہنس پڑی۔
"تم ٹھیک کہتی ہو کہ باوجود اس کے ہم دونوں کے مزاج ایک دوسرے کے بالکل برعکس ہیں، لیکن وہ میرا بہت پیارا اور ذہین دوست ہے۔ ہم دونوں نے ساتھ ہی پنجاب یونیورسٹی سے ماسٹرز کیا اور پھر ساتھ ہی ایک ایڈورٹائزنگ ایجنسی جوائن کی، جہاں میرے کچھ اختلافات ہو گئے۔ میری وجہ سے اس نے بھی وہ ایجنسی چھوڑ دی۔ اس کے بعد ہم نے ایک میگزین جوائن کیا مگر وہاں بھی مزہ نہ آیا۔ پھر انکل عزمی کی آفر پر اس نیوز پیپر کو جوائن کیا اور پچھلے ایک سال سے ہم یہاں ہیں۔"

"اور اب نیکسٹ کیا پروگرام ہے؟"

"ان شاء اللہ مصطفیٰ کو واپس انڈیا بھجوانے کا ارادہ ہے پھر تمام تر توجہات اسی کے لیے وقف ہوں گی۔ ابھی تو ہم خود سیکھ رہے ہیں۔"

پھر وہ کھانے کے بعد جب وہاں سے رخصت ہوئی تو دونوں کے درمیان اچھی خاصی بے تکلفی ہو چکی تھی۔ جب وہ اسے رخصت کرنے کے لیے گیٹ تک آئی تو باہر گرے شیرٹ میں پرسکون انداز میں محو انتظار مصطفیٰ کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔

"آپ اس وقت سے یہیں ہیں؟" اس کی حیرت پر وہ دھیرے سے مسکرایا۔

"میں نے سوچا کہ مروت میں تم خود ہی ٹیکسی کر کے نہ چل جاؤ۔" وہ اوزی کو دیکھتے ہوئے بولا۔

"تمہیں کیا میں اتنی اچھی لگتی ہوں کہ اچھے خاصے ڈرائیور کی موجودگی میں ٹیکسی میں سفر کروں؟"

"نہیں ہرگز نہیں اور ویسے میں یہاں کنزہ کے لیے کھڑا تھا کہ کہیں انہوں نے ٹیکسی نہ منگوائی ہو۔"

"مصطفیٰ! تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟ زمانے بھر کے بے مروت بندے تم کب سے اتنی باریکیوں میں پڑنے لگے؟" اوزی کی حیرت بجا تھی۔

"وقت وقت کی بات ہے۔" وہ کندھے اچکا کر بظاہر ہلکے پھلکے انداز میں بولا۔

وہ گاڑی میں بیٹھنے سے پہلے بڑی گرمجوشی سے اس کے دونوں ہاتھ تھامتے ہوئے بولی۔

"کنزہ میں تمہیں بتاؤں کہ میں تمہاری اتنی کیئر ایک اور وجہ سے بھی کرتی ہوں۔ وہ وجہ یہ ہے کہ ہم دو بہنیں تھیں۔ میں اوزی حیدر اور دوسری بہن کنزہ حیدر۔ آج سے تین سال پہلے میری بہن بلڈ کینسر کی وجہ سے مجھے چھوڑ کر اس جہان چلی گئی جہاں سے کوئی نہیں آتا۔ تمہاری نہ صرف نام کے معاملے میں مماثلت ہے بلکہ حیرت انگیز طور پر عادات بھی اس سے ملتی ہیں۔ وہ میڈیکل کے تیسرے سال میں تھی، پاپا دنیا کے ہر بڑے اسپتال میں اسے لے کر گئے لیکن تقدیر سے نہ لڑ سکے۔ میں اسی وجہ سے بار بار تمہاری طرف متوجہ ہوتی ہوں اور یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔" وہ بے بسی سے بولی تو کافی دیر تک کنزہ سے کچھ کہا ہی نہیں گیا۔ اس نے اس کا ہاتھ دبا کر اسے تسلی دی تو وہ اپنے ہونٹ چباتے ہوئے گاڑی میں بیٹھ گئی۔

☼ ☼ ☼

پھر کئی دن تک اس کا اوزی سے آفس میں سامنا نہ ہوا۔ اس دن وہ اپنی ٹیبل پر آئی تو نامیہ رحمٰن نے بڑے عجیب انداز میں پوچھا۔

"خیریت ہے کنزہ! کیا اوزی کی تمہارے ساتھ کوئی ان بن ہو گئی ہے؟"

"نہیں تو، کیوں؟" حیرت کے سائے اس کے چہرے پر پھیل گئے۔

"بھئی تم تو اپنی دنیا میں مگن رہتی ہو اور وہ مصطفیٰ آج کل تمہارے ارد گرد منڈلا رہا ہے۔ تمہیں اس بات کا خیال تک نہیں ہے۔"

"کیا...؟" اس انکشاف پر اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ اس نے حیرت سے سامنے کھڑی نامیہ رحمٰن کو دیکھا، جو ایک نئی کہانی کی تلاش میں اس کی جانب اشتیاق بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ غم و غصے کی ایک لہر اس کے پورے وجود میں دوڑ گئی۔ ہاتھ میں پکڑا قلم ٹیبل پر رکھتے ہوئے بظاہر نرم الفاظ کے ساتھ بڑے سخت لہجے میں بولی۔

"دیکھو نامیہ! میں اپنے کام سے کام رکھنے والی لڑکی ہوں۔ دوسروں کی ٹوہ میں رہنا نہ تو میرا مشغلہ ہے اور نہ مجبوری۔ جہاں تک اوزی اور مصطفیٰ کا معاملہ ہے تو مجھے دوسروں کی ذاتیات میں گھسنا سخت ناپسند ہے۔ رہی بات اوزی کی تو میرے ساتھ اس کی آفس میں ملاقات ہو نہ ہو فون پر لازماً بات ہو جاتی ہے۔ وہ ساری دنیا سے خفا ہو سکتی ہے لیکن مجھ سے نہیں اور کتنا ہی اچھا ہو کہ ہم اس ٹاپک پر دوبارہ بات نہ کریں۔" اس کے حتمی اور دو ٹوک انداز پر نامیہ کافی دیر تک تو کچھ بول ہی نہ سکی۔

"تم جو کچھ بھی کہو لیکن یہ بات طے شدہ ہے کہ

مصطفیٰ زیدی جیسا منہ پھٹ بے مروت اور نمود پسند اکثر اوقات تمہاری فیور کر جاتا ہے۔ ابھی کل میگزین کے سیاسی سیکشن کے لیے "بلال ترمذی" کے انٹرویو کے لیے عزمی صاحب تمہیں بھجوانا چاہ رہے تھے۔ لیکن اس کا اصرار تھا کہ "علینہ زبیر" کو وہاں بھیجا جائے۔" ثانیہ کے خاموش ہونے پر وہ فوراً بولی۔

"ہو سکتا ہے کہ مصطفیٰ کا خیال ہو کہ علینہ مجھ سے زیادہ اچھی اسائنمنٹ کر سکتی ہے؟" کنزہ نے اس کی طرف وضاحت دینا ضروری سمجھی۔

"علینہ کا تو مجھے پتا نہیں لیکن مصطفیٰ بلال ترمذی کی ہسٹری اور عیاش پسند طبیعت سے خاصا آگاہ ہے۔" ثانیہ استہزائیہ انداز میں بولتے ہوئے ہنسی تو وہ الجھ کر رہ گئی۔

پھر دوسرے روز خود عزمی صاحب کے آفس میں گئی اور دانستہ بلال ترمذی والی اسائنمنٹ کے بارے میں پوچھا اور ان کے منہ سے بھی وہی الفاظ سن کر وہ سخت حیران ہوئی۔ پھر بغیر سوچے سمجھے ہی اس نے کہا تھا۔

"سر! ان کے انٹرویو کے لیے میں ہی جاؤں گی اور جب اس فیلڈ میں کام کرنا ہے تو پھر کہاں جانا ہے اور کہاں نہیں کا کیا سوال؟ اور پھر علینہ بھی تو لڑکی ہے۔"

"لیکن آپ میں اور علینہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔" وہ نہ جانے کب اندر آیا تھا۔

"کیا فرق ہے اس میں اور مجھ میں؟" وہ غصے سے اس کی طرف مڑی۔

"وہ ایک پُراعتماد، بولڈ اور مضبوط بیک گراؤنڈ کی حامل لڑکی ہے۔ سیاست میں جتنا مرضی گند سہی، لیکن بلال ترمذی جیسے لوگ جانتے ہیں کہ مضبوط بیک گراؤنڈ سے تعلق رکھنے والی کسی رپورٹر سے کیسے نبٹنا ہے۔ اور کنزہ جواد! مائنڈ اٹ ہر بندہ ہر کام نہیں کر سکتا۔ آپ پہلے جرنلزم کے ابتدائی رموز تو جان لیں، ابھی بہت وقت ہے۔" انتہائی سنجیدہ لہجے میں جواب دے کر وہ رکا نہیں اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا باہر نکل گیا۔

کنزہ کی آنکھیں ایک لمحے میں نمکین پانیوں سے بھر گئیں اور عزمی صاحب کو شاید یہ محسوس ہو گیا تھا، تبھی انتہائی شفیق انداز میں اسے تسلی دیتے ہوئے بولے۔

"بیٹا! مصطفیٰ کی باتوں کو دل پہ لینے کی ضرورت نہیں۔ وہ اکثر آپ کی ذمہ داری اور ذہانت کی تعریف کرتا ہے لیکن چونکہ آپ ابھی اس میدان میں نو آموز ہیں اور سب سے بڑی بات..." وہ چند لمحے رکے اور مسکراتے ہوئے۔ "آپ کے اندر معصومیت اور سادگی ہے، جس کا باہر کے لوگ بہت غلط فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اور کنزہ آپ کو تو فخر ہونا چاہیے کہ ازکیٰ جیسی اپرد لڑکی اکثر مجھے کہتی ہے کہ کنزہ کو بس آفس تک محدود رکھیں۔"

"لیکن سر یہ انٹرویو مجھے ہی کرنا ہے۔" وہ نہ جانے کیوں ضد میں آ گئی۔

پھر علینہ زبیر اور طارق کے ساتھ وہ انٹرویو کے لیے چلی تو گئی مگر وہاں جا کر اپنی غلطی کا احساس ایک گھنٹے کے اندر ہی ہو گیا تھا، جب کچھ یادو بات چیت کے مرحلے میں بلال ترمذی نے انتہائی عجیب نظروں اور ذو معنی لہجے میں اس کی طرف دیکھتے ہوئے اپنا پسندیدہ شعر سنایا۔

ادائے حسن کی معصومیت کو کم کر دے
گناہ گار نظر کو حجاب آتا ہے

تصاویر بناتے ہوئے طارق نے بھی ایک ناراضی سے لبریز نظر بلال ترمذی پر ڈالی تھی اور علینہ آتے ہوئے باتوں میں اسے کافی سنا کر آئی تھی۔ اسے فوراً ہی اندازہ ہو گیا کہ چاہے جرنلزم کی فیلڈ میں وہ ساری عمر بھی گزار لے لیکن ازکیٰ اور علینہ جیسا حوصلہ اور بے باک انداز اس کے اندر ہرگز نہیں آ سکتا۔

اور اسی شام ازکیٰ اس کے کمرے میں آن پہنچی۔ پہلے تو اس انٹرویو والی حرکت پر اچھی خاصی سنائی اور پھر اس کے اچانک رونے پر وہ بوکھلا کر بولی۔

"مصطفیٰ ٹھیک کہتا ہے کہ کنزہ نے اپنے مزاج اور رجحان کے مطابق پروفیشن کا انتخاب نہیں کیا، میری جان، تم سمجھنے کی کوشش کرو، کم از کم تم مجھے بہت عزیز

ہو اور میں تمہارے ساتھ ہرگز کچھ غلط ہوتا نہیں دیکھ سکتی۔"

پھر اس کے ناں ناں کرنے کے باوجود وہ اسے تیار کر کے اپنے بنگلے میں لے آئی۔ یہاں رات کو کسی گیٹ ٹو گیدر کا اہتمام تھا۔ پرپل کلر کے امبر ائیڈری والے سوٹ پر ــــــــ ہم رنگ اسکارف لے کر جب وہ باہر آئی تو کئی لمحے تک اڑکی کی توصیفی نظروں کا ارتکاز اسے اپنے چہرے پر محسوس ہوتا رہا۔

"ماشاءاللہ' تم یوگا کے بغیر اسمارٹ اور خاصی چارمنگ ہو اگر تمہیں احساس ہو جائے کہ تمہاری سیاہ آنکھوں کی چمک اور تمہارے چہرے پر معصومیت کے رنگ 'دل کو چھو لینے والے ہیں تو شاید تم باہر نکلنا ہی چھوڑ دو۔"

وہ یک دم بلش ہوئی اور جھینپتے ہوئے بولی۔

"میری والدہ بھی مجھے ایسے ہی کہتی تھیں۔"

پھر ڈنر پر اس نے بیک ٹو پیس میں مصطفیٰ کو دیکھا جو کسی سیاستدان کے ساتھ بحث میں مصروف تھا۔ اس کے چہرے کے تاثرات اور بولنے کا تلخ انداز بتا رہا تھا کہ گفتگو ہرگز خوشگوار نہیں ہے۔

وہ تھوڑے سے چاول لے کر اپنی کولیگز کے پاس آگئی۔ جہاں تانیہ' علینہ' وانیہ اور ہما محو گفتگو تھیں۔

"یہ آج مصطفیٰ کی دم پر کس نے پاؤں رکھ دیا؟"

تانیہ کا جملہ اور انداز اسے بے تحاشا برا لگا تھا۔

"کچھ نہیں یار! کسی منسٹر سے الجھ رہا ہے' یہ جانے بغیر کہ اس قسم کے تلخ اور بے باک جملوں کے نتائج اس کے لیے کتنے سنگین ہو سکتے ہیں۔" ہما نے سنجیدگی سے کہا۔

اور پھر معاملہ شاید مزید بڑھ گیا تھا۔ اڑکی کے ساتھ ایک نوجوان زبردستی اس کا بازو پکڑ کر اسے دوسری جانب لے کر چلے گئے تھے۔ وہ بھی کھانا بھول گئی۔

"یہ اسفر ہے ناں؟ عزمی صاحب کا بیٹا' جو کمیونیکیشن پر ڈگری لے کر امریکہ سے آیا ہے؟"

تانیہ نے ایک دفعہ پھر بلند آواز میں تبصرہ کیا۔ سلیولیس بلیک سوٹ میں پریشان پریشان سی اڑکی بھی انہی کے ہمراہ تھی اور بے شمار نظریں اس کے وجود پر ٹکی ہوئی تھیں۔ مگر وہ ان سب سے بے نیاز مصطفیٰ کو کچھ سمجھانے میں مصروف تھی جب کہ مصطفیٰ چیخ رہا تھا۔

"یہ لوگ اپنی عوام کو بے وقوف سمجھتے ہیں۔ انہیں نہیں معلوم کہ پاکستان کو جو مقام اب حاصل ہے وہ پہلے نہیں تھا۔ اور اس وقت وہ مسلم امہ کا نمائندہ ہے لیکن یہ کیسی نمائندگی ہے کہ پوری دنیا حضور پاکؐ کے گستاخانہ خاکوں کی اشاعت پر ان ممالک کی مصنوعات کا بائیکاٹ کر رہی ہے اور بہانگ دہل یہ ناپاک جسارت کرنے والوں کے خلاف کارروائی کا مطالبہ بھی لیکن پاکستان کی طرف سے تاحال کوئی اقدامات دیکھنے میں نہیں آئے' تحفظ ناموس رسالت اور اسلام اور پاکستان پر فرض ہے۔"

"ٹیک اٹ ایزی مصطفیٰ! وہ حکومتی عہدیداران کہہ تو رہے ہیں کہ ہم اپنی خارجہ پالیسی بہتر طور پر استعمال کریں گے۔"

اس نے تیزی سے بات کاٹی۔

"کب! بتاؤ کب؟"

"ٹھیک کہا تھا مولانا ابوالکلام آزاد نے۔" وہ کچھ توقف کے بعد بولا۔

"اگر قیامت کا آنا حق ہے اور یہ جھوٹ نہیں کہ خدا کا وجود ہے تو مسلمانان عالم کے پاس اس وقت کیا جواب ہوگا' جب قیامت کے دن پوچھا جائے گا کہ تم کروڑوں کی تعداد میں زندہ سلامت موجود تھے' تمہارے جسموں سے روح نہیں کھینچ لی گئی تھی۔ تمہاری قوتوں کو سلب نہیں کر لیا گیا تھا۔ تمہارے کان بہرے نہ تھے' نہ ہاتھ کٹے ہوئے اور نہ پاؤں لنگڑے تھے۔ پھر تمہیں کیا ہو گیا تھا۔ نہ تمہارے دلوں میں جنبش ہوئی' نہ تمہاری آنکھوں نے ماتم کا ایک بھی آنسو بہایا' نہ تمہارے خزانوں سے بخل و زر پرستی کے قفل ٹوٹے اور تم نے چین اور آرام کے بستروں میں لیٹ کر بربادیٔ ملت اور پامالی اسلام کا تماشا دیکھا۔"

وہ بے قابو ہوا جا رہا تھا۔

"پلیز کنزہ! اسے لے جاؤ اس وقت' تمہارا مجھ پر

احساس ہو گا۔" لڑکی نے نہ جانے کیوں انتہائی بے بسی سے اس سے درخواست کی تھی۔ وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

"وہ تمہاری بات مان لے گا۔ پلیز' ورنہ تمہیں نہیں معلوم یہاں کیا ہنگامہ ہو جائے گا" پیا انتہائی غصے میں تھی۔

"اوکے۔" وہ آہستگی سے چلتی ہوئی اس تک پہنچی اسے نہیں معلوم کہ اس کے اندر اتنی ہمت کہاں سے آگئی تھی۔ اصغر نے بھی اس کا بازو مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا جب کہ وہ اشتعال سے سر کو بار بار جھٹک رہا تھا۔

"مصطفیٰ! پلیز مجھے گھر جانا ہے۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" وہ ایک دم ساکت ہوا۔

کافی دیر دانتوں سے نچلے لب کو کچلتا رہا پھر اسے بغور دیکھا۔

اس کا دل ایک لمحے کو دھڑکنا بھول گیا۔

"مصطفیٰ! یہ گاڑی کی چابی لے لو۔" لڑکی نے فوراً گاڑی کی چابی اسے تھمائی۔

پھر وہ واقعی چل پڑا تھا۔ سارے راستے وہ خاموش ہی رہا' کبھی غصے سے اسٹیرنگ پر مکا مارتا' اور کبھی بے بسی سے سر ہلانے لگتا۔ علامہ اقبال ٹاؤن میں اس کے گھر کے سامنے گاڑی روکنے تک وہ ایک لفظ بھی نہیں بولا تھا۔

وہ سمجھ سکتی تھی کہ اس کے اندر اس وقت کون سا طوفان برپا ہو گا۔ لیکن اسے چھیڑنا اس نے مناسب نہیں سمجھا۔

کنزہ نے آہستگی سے دروازہ کھول کر ایک نظر اس کی طرف دیکھا اور آہستہ سے بولی۔

"مصطفیٰ!"

وہ فوراً متوجہ ہوا۔ اس کی آنکھوں میں غصے اور بے بسی کے ملے جلے رنگ اب بھی موجود تھے۔

"آپ یہ جاب چھوڑ دیں۔" اسے خود نہیں معلوم تھا کہ یہ جملہ کیسے اس کے منہ سے پھسلا۔ اس کی آنکھوں میں غصے اور بے بسی کی جگہ اب حیرت نے لے لی تھی۔

"پلیز۔۔۔" اس نے ملتجی نظروں سے مصطفیٰ کی طرف دیکھا۔

وہ یک ٹک اس کی طرف دیکھ رہا تھا جیسے اسے یقین نہ آرہا ہو کہ کنزہ جواد اس سے یہ بات کہہ سکتی ہے۔ پھر مزید کچھ کہے بغیر فوراً گاڑی سے اتر گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اگلی صبح اتنی حیران کن ہو گی۔ آفس کے مختلف سیکشنز میں ایک ہی بات زیر بحث تھی۔

"مصطفیٰ زیدی کا استعفیٰ۔"

اس دن اسے معلوم ہوا کہ وہ اس ادارے کا اہم نہیں "اہم ترین" بندہ ہے۔ لڑکی بالکل خاموش تھی اور عزیز صاحب سب کو بار بار یقین دلا رہے تھے کہ وہ اسے واپس لانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ جب کہ لڑکی حتی الامکان اس موضوع پر کچھ بولنے سے گریز کر رہی تھی۔ واپسی پر وہ اچانک اس کی میز کے پاس

ظاہر کر دی۔ "کنزہ! مجھے آج آنٹی بالیہ سے ملنا ہے۔" وہ کوشش کے باوجود ازکی کے لہجے میں کوئی خاص بات تلاش نہیں کر سکی۔

ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہی وہ بڑے سرد اور سپاٹ انداز میں گویا ہوئی۔

"کنزہ! تمہیں معلوم ہے کہ مصطفیٰ نے یہ جاب کیوں چھوڑی، جب کہ یہ اس کے مزاج کے عین مطابق ہی نہیں اس کی ضرورت بھی تھی؟"

"اسے یہ مشورہ میں نے دیا تھا۔"

گاڑی کو ایک دم بریک لگا، ازکی نے ایک لمحہ کے لیے اس کی طرف دیکھا۔ کنزہ کا خیال تھا کہ وہ اس پر خفا ہو گی لیکن وہ بے یقینی سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔

"اس کا مطلب ہے میرا اندازہ درست تھا کہ مصطفیٰ تم سے محبت کرتا ہے۔"

"کیا...؟" اسے جھٹکا ہی تو لگا تھا۔ کافی دیر خاموش رہنے کے بعد ازکی نے مداخلت کی۔ "وہ میرے ساتھ پچھلے پانچ سالوں سے ہے اور میں انتہائی ایمانداری سے کہہ رہی ہوں کہ میں نے اس کے سرد اور لاتعلق انداز کے باوجود ہمیشہ اس کی کیئر کی، لیکن اس کے جو احساسات اور فکر مندی کے جذبات میں نے تمہارے لیے دیکھے، کبھی اس کا ایک فیصد بھی میں نے اپنے لیے نہیں پایا۔ وہ جتنا اچھا ہے اس سے بڑھ کر حساس ہے۔ وہ اس سسٹم کو تبدیل کرنا چاہتا ہے یہ جانے بغیر کہ تبدیلی اچانک نہیں آتی۔"

وہ بے حس و حرکت شاک کے عالم میں اسے سن رہی تھی۔

"حیرت تو مجھے بھی ہوئی تھی، جب وہ تمہاری رہائش کے سلسلہ میں پریشان تھا اور دوسرا شاک مجھے اس وقت لگا جب وہ عزی صاحب اور مجھ سے خصوصاً تمہارے معاملے میں رعایت مانگتا تھا۔ جس دن تم بلال ترمذی کا انٹرویو کرنے گئیں تو اس نے بے حد فکر مندی سے مجھ سے کہا۔ ازکی! پلیز کنزہ کے لیے ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ میں جاب ڈھونڈو۔ یہ میرے لیے یہ تمام چیزیں اس لیے بھی زیادہ حیران کن نہیں تھیں کہ مجھے معلوم تھا کہ بظاہر لاپروا اور سرد نظر آنے والے اس شخص کا دل بہت پیارا ہے۔" اس نے گاڑی دوبارہ اسٹارٹ کی۔

اسے نہ جانے کیوں لگا تھا کہ ازکی کے لہجہ میں نمی گھل رہی ہے۔

"وہ بہت خوددار انسان ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ اسے یہ جاب میری وجہ سے ملی ہے۔ لیکن اگر اس میں قابلیت نہ ہوتی تو عزی صاحب اسے واپس لانے کے لیے کبھی بھی تگ و دو نہ کرتے۔ وہ چار بندوں کا کام تنہا کرتا تھا۔ پاپا نے مجھے نئی گاڑی خرید کر دی تو اس نے باقاعدہ بے منت کر کے مجھ سے گاڑی خریدنے پر رضامندی ظاہر کی۔ لوگ اس کے بارے میں بہت غلط اندازے لگاتے ہیں۔ شاید ہماری قوم کا مجموعی مزاج ہی منفی بن چکا ہے۔" کچھ توقف کے بعد وہ مزید بولی

"پتا ہے کنزہ! اس نے زندگی میں بہت محرومیاں دیکھی ہیں۔ لوئر مڈل کلاس سے اس کا تعلق تھا، ماں کے بچپن میں مرنے کے بعد باپ کی دوسری شادی نے اس کی تکالیف میں مزید اضافہ کر دیا تھا۔ وہ سیلف میڈ بندہ ہے اور کوئی سگا بہن بھائی نہ ہونے کی کمی وہ بہت محسوس کرتا ہے۔ اس نے اپنا کیریئر بنایا اور اب صحافت کے میدان میں اس کا ایک نام اور ساکھ بن چکی ہے وہ اگر ایک ادارے کو چھوڑتا ہے تو دوسرا اسے فوراً ہاتھوں ہاتھ لے لے گا۔ وہ یہ بات بہت اچھی طرح جانتا ہے۔"

"لیکن آپ یہ کس طرح سے کہہ سکتی ہیں کہ وہ مجھ میں انوالو ہیں؟" اس نے اٹکتے ہوئے ازکی سے دریافت کیا تو وہ کئی ثانئے اسے غور سے دیکھتی رہی۔ اور پھر ہنس کر بظاہر لاپروائی سے بولی۔

"مائی ڈیر! جس شخص سے ہمیں محبت ہو، ہماری تمام حسیں اس کی جانب متوجہ ہوتی ہیں۔ وہ کیا کر رہا ہے؟ کیا سوچتا ہے؟ کن چیزوں سے اس کی طمانیت

میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور کون سی چیزیں اسے ہرٹ کرتی ہیں؟ ہمارا دل خود بخود سمجھ جاتا ہے۔" اذکیٰ کے لہجے میں ایک عجیب سا دکھ تھا۔ پھر وہ دھیمے لہجے میں گویا ہوئی۔

"اس نے کبھی میری ویسے پروا نہیں کی۔ جیسے تمہاری کرتا ہے اور کنزہ! مائی ڈیر مڈل کلاس مرد کو، جسے اپنی انا بہت عزیز ہو، سمجھنا بہت مشکل ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ سارے مردوں کی ایسی سائیکی ہے یا پھر صرف مصطفیٰ زیدی کی۔ اس نے ایک دفعہ مجھے کہا تھا کہ "اذکیٰ! مرد دوستی ہمیشہ ایک ماڈرن لڑکی سے کرنا پسند کرتا ہے جب کہ شادی کے لیے اسے پسند کرے گا جس پر کسی کا سایہ بھی نہ پڑا ہو۔ جس کی سوچوں سے کبھی کسی کا گزر نہ ہو۔" اور اس فہرست میں اس نے بے شمار دفعہ تمہارا ذکر کیا ہے۔

وہ بہت عجیب انداز میں ہنسی جب کہ کنزہ اس کی باتیں سن کر دنگ رہ گئی تھی۔

"پتا ہے، میں اس کے فلیٹ میں دھڑلے سے چلی جاتی تھی۔ انٹینس کے بے تحاشا فرق کے باوجود وہ کبھی میری آمد پر نہیں بوکھلایا۔ لیکن اس دن جب تم میرے ساتھ پہلی دفعہ اس کے فلیٹ پر گئیں تو وہ فوراً اسٹور سے ایک ایکسٹرا چیئر نکال کر لایا۔ میرے لیے یہ بات بہت حیران کن تھی۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ محبت اتنی قیمتی چیز نہیں جتنی عزت اور احترام، اور تم بہت لکی ہو جسے پہلے وہ عزت و احترام دیتا ہے اور مرد جس کا احترام کرتا ہو اس کی ہر بات مانتا ہے۔ اس لیے پلیز اس کی قدر کرنا۔"

کنزہ جواد کے لیے یہ سب کچھ بے حد حیران کن تھا۔ دل کی دھڑکنیں بے حال اور دماغ عجیب سرکشی پر اتر آیا تھا۔ اسے نہیں معلوم کہ گاڑی کب اسٹارٹ ہوئی اور کب مصطفیٰ کے فلیٹ کے باہر آ کر رک گئی۔

وہ بری طرح چونکی۔ اذکیٰ نے مسکرا کر اسے دیکھا۔

"ڈونٹ وری آئی ایم فائن، بس میرے لیے دعا کرنا۔"

"لیکن آپ مجھے یہاں کیوں لائی ہیں؟"

"اس لیے کہ تمہیں یہیں آنا ہے۔"

"اور آپ......؟"

"میں......!" وہ عجیب انداز میں ہنسی۔

"میں نے کہیں پڑھا تھا کہ شادی ہمیشہ اس شخص سے کرنی چاہیے جو آپ کو چاہتا ہو نہ کہ اس شخص سے جسے آپ چاہتے ہوں۔"

"پھر......؟" وہ الجھی۔

"پھر یہ کہ مائی ڈیر! عزمی صاحب کا بیٹا اسفر سالوں سے میرا منتظر ہے اور کسی کو زیادہ انتظار کروانا بھی تو ٹھیک نہیں۔" اب کہ وہ کھل کر ہنسی تو کنزہ کے دل سے کئی من بوجھ اتر گیا۔

مصطفیٰ زیدی کے فلیٹ کی طرف بڑھتے ہوئے وہ ان تمام فقروں کو ترتیب دینے لگی جو اسے اس سے کہنے تھے اور اسے بتانا تھا کہ وہ ایک انسٹیٹیوٹ کھولنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ جس میں ملک کے نونہالوں کی بچپن سے ایسی تربیت کی جائے کہ ان کا دل اسلام اور وطن کی محبت سے سرشار ہو، جہاں تبدیلی اور وہ بھی "مثبت" تبدیلی کے لیے جب ایک مصطفیٰ زیدی جدوجہد کرے تو اس کا ساتھ دینے کے لیے بے شمار ذہن ہوں، ظاہر ہے کہ تبدیلی کے سفر کا آغاز نیچے سے ہی ہونا چاہیے۔ کنزہ جواد کو اس بات کا یقین تھا کہ مصطفیٰ زیدی اس کی بات مان لے گا کیونکہ وہ اس سے محبت ہی نہیں، دل سے عزت بھی کرتا ہے۔